حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خدا تعالیٰ کی زبان سے

یا احمدُ بارک اللہ فیک - شانک عجیبٌ واجرکَ قریبٌ - انی راضٍ منکَ - اِنّی رافعک الیَّ - الارضُ والسماءُ معک کما ھُو معی - انت وجیہٌ فی حضرتی - اخترتک لنفسی - انت منّی بمنزلة توحیدی وتفریدی فحان ان تُعانَ - وتُعرفَ بین النّاس - اردت ان استخلِفَ فخلقتُ آدمَ - انّی جاعِلٌ فی الارض - انّی ناصرکَ - انّی حافظُکَ - انّی جاعِلُک للناس اماماً - یا احمد فاضت الرحمة علیٰ شفتیکَ - انّا اعطیناک الکوثر فصلّ لربّکَ وانحرْ - انت معی وانا معکَ - سِرُّکَ سِرّی ؛

آئی لَو یُو - آئی شیل گو یُو اے لارج پارٹی آف اسلام - دو آل مین شُڈ بی اینگری بٹ گاڈ از وِدھ یُو - ہی شیل ہیلپ یُو -
ورڈس آف گاڈ کین ناٹ ایکس چینج

مَیں اپنی چمکار دکھاؤں گا - اپنی قدرت نمائی سے تجھکو اٹھاؤں گا - تیرا گھر برکت سے بھرے گا - اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کرونگا - تیری نسل بہت ہوگی - اور مَیں تیری ذریّت کو بہت بڑھاؤنگا - اور برکت دُوں گا - تیری ذریّت منقطع نہیں ہوگی - اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی - خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دُنیا منقطع ہوجائے - عزّت کے ساتھ قائم رکھے گا - مَیں تجھے برکت پر برکت دُونگا - یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار "الحکم" تراب منزل قادیان سے شائع ہوا -

مسیح محمدی

بقلم حضرت مرزا کبیر الدین احمد صاحب

لکھنوی مہتمم کتب خانہ احمدیہ

انجیلی طرز تحریر پر

(۱)

مسیح موعودؑ نے بوقت صبح اپنے حیات کے زمانہ میں جبکہ وہ نبی کی عظمت خصوصیت سے ایک بڑی بھیڑ میں بیان فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ دیکھو نبیؑ کی سچی فرمانبرداری اور اتباع سے خدا ملتا ہے اب زندگی کی مہلت میں موت آنے سے پہلے جس قدر نیکیاں تم کو کرنا ہے کر لو۔ خدا کی کتاب جو میرے ہاتھ میں ہے۔ جس کے عجائب کبھی فنا نہ ہوں گے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرۃ میں یہ بات داخل تھی۔ اور یک دم فکر تھی کہ انسان طرح طرح کے تفکرات سے نجات پاکر معرفت کامل کے درجہ تک پہنچ جائے اور خدا کو کامل طور پر شناخت کرلے

(۲)

عیسائیوں کا یہ ناحق کا اغماض و تجبر ہے۔ کہ خداوند یسوع مسیح خدا تھے بغیر باپ کے تھے۔ اور پاک تھے۔ حالانکہ وہ انسان تھے

دیانت داری اور انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ وہ نبی جس کو انجیل میں روح حق کہا گیا ہے پر ایمان لاویں۔ پہلے مسیح نے بہتوں کو سانپ اور لومڑی بنایا۔ ہم میں اور ہمارے مخالفوں کے درمیان یہ فرق ہے کہ وے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لاکر امت بناتے ہیں۔ اور ہم امت کو مسیح بناتے ہیں۔

(۳)

کیا خوب کہا تھا ہمارے کسی ماننے والے نے لکھنو میں۔ کہ پہلے مسیح ناصری نے تو انسان کی بوٹی کا شوربا اور روٹیوں کے ٹکڑے چھوڑ کر عشاء ربانی کی یادگار قائم کی۔ مگر مسیح محمدیؑ نے جو عرش سے فرش پر بحکم اللہ تعالےٰ نازل ہوا۔ ایک لنگر خانہ چھوڑا۔ اور طعام طیب جسمانیہ کے ساتھ ایک بین نور کو مسند نشین کیا۔ جو اپنے بیان سے انسان کو ہر قسم کی تاریکیوں سے نجات دیتا۔ اور دل کو منور کرتا ہے۔ قلبی امراض کی دوا ہے یوم

الحکم کا اگلا نمبر

حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کے اسلام لانے کے ایمان افروز اور مؤثر اور دردناک حالات کا بقیہ حالات پر مشتمل ہوگا۔ یہ پرچہ انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ۷ جون ۱۹۳۸ء کو شائع ہو جائے گا۔ جو احباب زائد کاپیاں خریدنا چاہیں ۲ فی کاپی کے حساب سے طلب فرما سکتے ہیں ؛

ہند سے ٹھنڈی ہوا

از شیخ عبد الحکیم صاحب شملوی

رسول کریم صلعم نے فرمایا تھا۔ کہ مجھے ہند کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔ چنانچہ ۱۳ سو سال کے بعد وہ ٹھنڈی ہوا چلی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس باد نسیم کو بھیجا۔ جس نے ان تمام اجسام کو زندہ کیا جن پر مردنی چھا چکی تھی۔ اور تمام وہ اشجار جو خشک ایندھن ہو چکے تھے پھر زندہ ہو گئے۔ سوکھی ٹہنیاں پھر ہری بھری ہو گئیں۔ اور پھول و پھل دینے لگیں۔ ابر رحمت پنجاب کی وادیوں سے اٹھا اور اکناف عالم میں برس گیا۔ اور دنیا کی ویران کھیتیوں کو سرسبز و شاداب کر گیا۔ اور وہ ٹھنڈی ہوا جو شاہ یثرب کو ہند سے آتی محسوس ہوئی تھی ہند سے جاری ہوئی۔ اور مشرق و مغرب میں چلنے لگی۔ چنانچہ حضرت مسیح الموعودؑ فرماتے ہیں ؎

بعد اک مدت کے پھر آئی یہ ٹھنڈی ہوا ؛ پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

خوش نصیبوں والے اپنی گہری نیند سے جاگ اٹھے۔ اور اس ٹھنڈی اور تازہ ہوا کو محسوس کر کے اس کی جانفزا تازگی سے زندہ ہو گئے۔ اور وہ کچھ پایا جس کے لئے صدیوں پہلے جانے والے ترستے گئے۔ کہ کاش! ہم مسیح الموعودؑ کا زمانہ پاتے۔

حضرت مسیح الموعودؑ (فداہ روحی) دنیا میں آئے۔ اور اپنے ساتھ خدا کی رحمتوں کی بارش لائے۔ آسمان اور زمین نے اپنے خزانوں کے در کھول دیئے۔ اور خدا کی شناسائی اور قرب کی دولتوں سے دنیا مالا مال ہو گئی۔ لیکن کچھ ایسے بھی تھے اور ہیں جو اب بھی ایک امید موہوم کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ کہ آنے والا آئے گا۔ آہ! ان کی حالت کس قدر دردناک ہے اور قابل افسوس ہے۔ جس کو دیکھ کر حضورؑ نے فرمایا ؎

تشنہ بیٹھے ہو لب جو شیریں حیف ہے ؛ سرزمین ہند میں بہتی ہے نہر خوشگوار

آنے والا آیا اور چلا بھی گیا۔ اور یہ ۲۶ مئی ہر سال آتی ہے۔ اور ہزاروں آنسو رلا جاتی ہے۔ وہ خدا کا پیارا نبی دنیا کو اس کا پیغام دے کر اپنے مولا کے حضور جا پہنچا۔ اور دنیا کو پھر اسی انتظار میں چھوڑ گیا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا تھا۔ پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار۔

خوش نصیب تھے وہ لوگ جنہوں نے خدا کے پیارے مرسل کی دید سے زندگی پائی۔ اب دنیا صدیوں انتظار کرے گی۔ کہ کب کوئی خدا کا پیارا پھر دنیا میں آئے۔ اور پھر وہ ٹھنڈی ہوا چلے جو مردوں کو زندہ کرتی ہے۔ اے کاش کہ دنیا اب بھی ہوش میں آئے۔ اور اس کے پاک سلسلہ میں شامل ہو کر ان نعمتوں سے متمتع ہو۔ جو سلسلہ احمدیہ سے وابستہ ہیں ؛

مبارک وہ جو اس نور سے مستفیض ہو۔ میں اس دلکشا میں کس طرح اس نور کا اظہار کروں۔ اگر ایلیا زندہ ہوتا اور لوقا اندھا نہ ہوتا تو دیکھتا اللہ تعالےٰ کا کرم و فضل جماعت احمدیہ کے ساتھ ہو۔ آمین

رسالہ المبشر کی نسبت
ضروری اعلان

رسالہ المبشر جو میرے بھتیجے عزیز شیخ محمد سلیمان عرفانی نے جاری کیا ہوا تھا۔ اس کی تعلیمی مصروفیت کے پیش نظر اس کا انتظام میں نے خود سنبھال لیا ہے۔ یہ رسالہ آئندہ بچوں کا معمولی رسالہ رہنے کی بجائے احمدی نوجوانوں کا رسالہ بنا دیا گیا ہے۔ جس کا کسی حد تک نمونہ اسی نمبر میں جو ۲۵ مئی کو شائع ہو رہا ہے۔ معلوم ہو سکے گا۔ احباب سے التماس ہے کہ جن کے نام پرچہ جاتا ہے۔ وہ اگر اس کے خریدار رہنا چاہیں تو مجھے ایک کارڈ لکھ کر اطلاع دے دیں۔ ممنون ہوں گا۔ ورنہ کل کو کسی دوست کو یہ شکایت کرنے کا حق نہیں رہے گا۔ کہ پرچہ میرے نام خود بخود جاری کر دیا تھا میں نے لکھا نہیں تھا۔ آپ جبکہ پرچہ لیں گے تو اس کی قیمت بھی دینی پڑے گی۔ اور جو احباب خریدار رہنا پسند کریں۔ وہ قیمت بھی ادا فرماکر ممنون فرماویں۔

محمود احمد عرفانی

المناک موتیں

اس ماہ مئی میں بعض وفاتیں ایسی ہوئی ہیں جو قومی صدمہ کا رنگ رکھتی ہیں۔ گذشتہ نمبر میں حافظ بشیر احمد صاحب مبلغ سلسلہ کی المناک موت کا ذکر کر چکا ہوں۔ اس کے بعد جناب خانصاحب فقیر محمد خانصاحب درانی سپرنٹنڈنٹ انجینئر پشاور کی ناگہانی وفات ہو گئی۔

پھر آنریبل سر چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کی والدہ محترمہ کی وفات ہو گئی۔ یہ ایسی موتیں تھیں کہ جن کی تعزیت پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سندھ سے اپنی قلم مبارک سے نہ صرف تعزیت نامہ لکھا بلکہ ایک قسم کی ان کی سیرت لکھدی۔ الحکم کا یہ نمبر چونکہ سیرت مسیح موعود نمبر ہے۔ اس لئے اس نمبر میں ان کی وفات کے تذکرے کے سوا اور کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ مگر اگلے نمبر میں مفصل تذکرہ ان بزرگوں اور مخلصوں کی زندگی پر کیا جائیگا۔ ہم کو ان کی وفات کا شدید ترین صدمہ ہے۔ اور ہم ان کے عزیز و اقارب کے ساتھ اس رنج و الم میں شریک ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان

اور

آپ کی مختصر سوانح حیات

بزرگوں کی آمد اور تاسیس قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگ سمرقند سے ہندوستان میں آئے۔ ان کے ہندوستان آنے کے وقت ان کے ساتھ دو سو آدمیوں کا قافلہ جن میں اہل وعیال کے ساتھ خدام وحشم بھی تھے جس سے ان کی ظاہری وجاہت کا پتہ چلتا تھا۔ ہندوستان میں پہونچ کر انہوں نے اس مقام پر جہاں قادیان آباد ہے۔ جو لاہور سے پچاس کوس شمال مشرقی جانب واقع ہے۔ فروکش ہو گئے۔ اور اس جگہ کو آباد کر کے اس جگہ کا نام اسلام پور رکھا۔ جو بعد میں اسلام پور قاضی ماجھی ہو گیا۔

قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ

چونکہ سلطنت مغلیہ دہلی کی طرف سے اس خاندان کو اس علاقہ پر حکومت اور مجسٹریٹی کے اختیارات حاصل تھے۔ اور چونکہ یہ علاقہ ماجھے کا تھا۔ اور علاقہ ماجھے کی مجسٹریٹی کا صدر مقام تھا۔ اس لئے اسلام پور قاضی ماجھی کہلانے لگا۔

سکھوں کا دور

سکھوں کے دور میں آپ کے خاندان کے سردار میرزا گل محمد صاحب تھے۔ جو اس وقت پچاسی گاؤں کے مالک تھے

سکھوں کے متواتر حملوں سے بہت سے گاؤں ان کے قبضہ سے نکل گئے تھے۔ مگر ان کی فیاضی کی یہ حالت تھی۔ کہ اس قلیل جائداد میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے۔ جو اب تک ان کی اولاد کے پاس ہیں۔

ان کا دسترخوان اس قدر وسیع تھا۔ کہ کبھی پانچسو آدمی ان کے دسترخوان پر بیٹھکر کھانا کھاتے تھے۔

اور ایک سو کے قریب علماء۔ صلحاء۔ حفاظ ان کے پاس رہتے تھے۔ جن کے وظائف مقرر تھے۔ دینداری کا یہ جوش تھا۔ کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی نماز کی پابند تھیں۔ اسی دینداری کی وجہ سے قادیان علاقہ کے مسلمانوں میں مکہ کے نام سے شہرت پا گیا تھا۔

حضرت میرزا گل محمد صاحب صرف رئیس ہی نہ تھے۔ بلکہ اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اور بہت سے صلحاء ان کی صحبت میں جمع رہتے تھے۔ ان کی وفات پر میرزا عطا محمد صاحب گدی نشین ہوئے۔ آپ کے زمانہ میں سکھوں نے بہت قوت پکڑ لی۔ اور سوائے قادیان کے سب دیہات آپ کے قبضہ سے نکل گئے۔ آپ کی وفات ہچکی کی بیماری سے ہوئی۔

قادیان سکھوں کے عہد میں

سکھوں کے زمانہ میں قادیان ایک قلعہ کی طرح تھا جس کے چار برج تھے۔ اور برجوں میں فوج رہتی تھی۔ چند توپیں بھی تھیں۔ اور شہر کے گرد فصیل تھی۔ جو بائیس فٹ بلند تھی۔ اور اتنی چوڑی تھی۔ کہ تین چھکڑے پہلو بہ پہلو چل سکتے تھے۔

سکھوں کا قادیان پر قبضہ

آخر خدا کی مشیت ایسی ہوئی۔ کہ رام گڑھیہ سکھ فریب دے کر شہر پناہ کے اندر داخل ہو گئے۔ اور قادیان پر قابض ہو گئے۔ اس وقت اس عظیم الشان خاندان پر بڑی تباہی آئی۔ مال ومتاع لوٹ لیا گیا۔ مساجد اور مکان مسمار کر دیئے گئے۔ باغ جلا دیئے گئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا کتب خانہ جلا دیا گیا اور خاندان کے تمام مردوں اور خواتین کو یہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔ جنہوں نے ایک ریاست میں پناہ لی بالآخر میرزا عطا محمد صاحب کو زہر دے دی گئی۔ اور اس طرح ان کی زندگی ختم کر دی گئی۔

حضرت میرزا غلام مرتضےٰ صاحب کا دور

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے آخری زمانہ میں حضرت میرزا غلام مرتضےٰ صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد بزرگوار تھے کو قادیان اور اس کے ارد گرد کے پانچ دیہات پھر مل گئے۔ ایک قدیم شاہی خاندان ہونے کی وجہ سے اور ایک بہت بڑے بہادر اور بے نظیر طبیب ہونے کے آپ کی تمام علاقہ میں شہرت اور عزت تھی۔

برطانوی سلطنت کا ورود

ہندوستان میں جب برطانوی سلطنت قائم ہوئی۔ تو اس وقت ابتدائی زمانہ میں بہت سی مشکلات سلطنت کو درپیش تھیں۔ ۱۸۵۷ء میں آپ نے سرکار انگلشیہ کی خدمت پچاس گھوڑوں اور پچاس سواروں سے فرمائی۔ اور بھی وقتاً فوقتاً حکومت کو مدد دی جاتی رہی۔ آپ گورنر جنرل کے درباری کرسی نشین تھے۔ ضلع کے حکام آپ کے مکان پر آپ کو آکر ملتے تھے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اس عظیم الشان خاندان اور اس عظیم الشان انسان کی صلب سے وہ انسان جو نبیوں کا موعود۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز۔ قوموں کا رستگار۔ دنیا کا نجات دہندہ۔ پہلوان رب جلیل تھا پیدا ہوا۔ آپ کی پیدائش ایسے وقت میں ہوئی۔ جبکہ سکھوں کی فوضوی حکومت خاتمے کی طرف جا رہی تھی۔ اور برطانیہ کی آئینی حکومت کے دور دورے کا آغاز ہو رہا تھا۔ یہ تبدیلی بتلا رہی تھی۔ کہ دنیا میں ایک انقلاب ہو رہا ہے۔ شیطانی طاقتوں کو کچلنے کے لئے دنیا کا موعود پیدا کیا جا رہا ہے۔ ظاہری اسباب اس کے ہاتھ سے لے لئے گئے ہیں۔ وہ آسمانی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر آرہا ہے۔ آپ کے اس دنیا میں ظہور پذیر ہونے کے ساتھ ہی۔ آپ کے خاندان کی مشکلات کے بادل پھٹنے لگے۔ اور تنگی فراخی سے بدلنے لگی۔ مگر ایک حیرت انگیز مماثلت آپ کی حضرت مسیح ناصری سے پیدا ہو گئی۔ جو حضرت داؤد کی نسل سے ہونے کی وجہ سے شاہزادہ کہلاتے تھے۔ مگر ملک داری کے اسباب سے ان کو کوئی حصہ نہیں ملا تھا۔ بالکل اسی طرح آپ جو کہ تیموری خاندان کی ایک شاخ اور ایک شاہی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ ظاہری ملک داری سے حصہ دار نہ ہو سکے۔ اور لفظی طور پر شہزادے کہلائے۔ چنانچہ آپ کی ریاست اور شاہزادگی کو سر لیپل گریفن مصنف رؤسائے پنجاب نے بوضاحت لکھا۔ اور تسلیم کیا ہے۔

جس طرح ایک عقلمند باغبان سال خوردہ اور پرانے درخت کاٹ کر نئے درخت لگاتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اس پرانے نظام کو اس خاندان سے مٹا دیا۔ اور ایک نئے انتظام کی بنیاد اپنے ہاتھ سے رکھی۔ چنانچہ ان بشارات میں جو حضور کو دی گئیں فرمایا گیا۔

سبحان اللہ تبارک وتعالیٰ زاد مجدک
ینقطع اٰباءک من اٰباءک و یبدء منک۔

یعنی اب تجھے بڑی بزرگی دی جائے گی۔ اب تیرے آباء کا ذکر قطع کیا جائے گا۔ اور تجھ سے نیا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔

آپ کی ابتدائی تعلیم خانگی طور پر ہوئی۔ مولوی فضل الٰہی صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب اور مولوی گل علی شاہ صاحب آپ کے استاد تھے۔ ان کے علاوہ آپ نے اپنے والد صاحب حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے کچھ

طب کی کتابیں پڑھیں

ابتدائی ایام

ابتدائی ایام میں آپ کی توجہ مطالعہ کی طرف اس قدر تھی۔ کہ کسی اور چیز کی طرف توجہ نہ تھی۔ بلکہ آپ کے والد صاحب کو یہ خیال پیدا ہو جاتا تھا۔ کہ آپ بیمار نہ ہو جائیں۔ بالآخر حکماً انہوں نے آپ کو بعض مقدمات کی پیروی میں لگا دیا۔ اگرچہ آپ نے والد بزرگوار کے حکم کی پوری تعمیل فرمائی۔ مگر آپ کو اپنے اس وقت کے ضائع ہونے کا ازحد رنج رہا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

"مجھے افسوس ہے۔ کہ بہت سا وقت عزیز ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع ہوا۔"

والد صاحب کی ناراضگی

چونکہ مقدمات کی پیروی جس طرح ایک دنیا دار آدمی کر سکتا ہے۔ آپ نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ آپ ان امور سے متنفر ہی تھے۔ اس لئے اپنے والد صاحب کو آپ خوش نہ کر سکے۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ بزرگوں کی جاگیر کو حاصل کیا جائے۔ اور ان کا خیال تھا۔ کہ ان کی اولاد مغلیہ خاندان کے رئیسوں کی طرح دنیا داری میں انہماک دکھائے۔ اور یہاں سوائے بیزاری کے اور کچھ نہ تھا۔ اسی طرح ان کا خیال تھا کہ وہ اپنی اولاد کو حکام رس دیکھیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک ڈپٹی کمشنر صاحب کی آمد پر آپ کو حکم دیا۔ کہ آپ ان کے استقبال کے لئے جائیں۔ مگر حضور کی طبیعت نے اس سے کراہت کی۔ جس کی وجہ سے آپ کے والد بزرگوار کو اور بھی ناراضگی ہوئی۔ وہ ان امور سے خیال فرماتے تھے۔ کہ جب آپ دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ تو آپ کی زندگی کیسے گذریگی مگر ان کو معلوم نہ تھا۔ کہ

"یہ وہ انسان ہے۔ جس کے دسترخوان پر قومیں کھانا کھائینگی۔ اور اس کا لنگر دن اور رات میں کسی وقت بھی بند نہ ہوگا۔ فوجوں کی فوجیں۔ ہر ملک اور ہر قوم کے لوگ اس کے دروازے پر دھونی رما کر بیٹھ جائیں گے۔ وہ زمین کے حالات پر نظر کرتے تھے۔ مگر خدا آسمان پر اس انسان کے لئے دنیا کے نظام کو بدلنے کی تیاری کر رہا تھا۔"

تب آپ نے دنیاداری کے ان بندھنوں سے رہائی حاصل کرنے کے لئے اپنے والد بزرگوار کو ایک خط لکھا۔ اور چاہا۔ کہ ان تمام امور سے نجات حاصل کر لیں۔ یہ خط آپ کی اندرونی فطرت اور دنیا سے بیزاری اور تبتل الی اللہ کا ایک بڑا آئینہ ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

مکتوب

حضرت والد مخدوم من سلامت!

مراسم غلامانہ و قواعد فدویانہ بجا آوردہ۔ معروض حضرت والد میکند۔ چونکہ دریں ایام برائے العین می بینم و بچشم سر مشاہدہ میکنم کہ در ہمہ ممالک و بلاد ہر سال چناں وبائے مے افتد کہ دوستاں را از دوستاں و خویشاں را از خویشاں جدا مے کند و ہیچ سالے نہ بینم۔ کہ ایں نائرہ عظیم و چنیں حادثہ الیم دراں سال شور قیامت نیفگند نظر براں دل از دنیا سرد شدہ است و رو از خوف جاں زرد و اکثر ایں دو مصرعہ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی بیاد مے کنم و اشک حسرت ریختہ میشود

مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار
مباش ایمن از بازئی روزگار

ونیز ایں دو مصرعہ ثانی از دیوان فرخ قادیانی نمک پاش جراحت دل مے شود ؎

بدنیائے دوں دل مبند اے جوان
کہ وقتِ اجل میرسد ناگہاں

لہذا مے خواہم کہ بقیہ عمر در گوشہ تنہائی نشینم و دامن از صحبت مردم بچینم و بیاد او سبحانہ مشغول شوم گذشتہ را عذرے و مافات را تدارکے شود

عمر بگذشت و نماند است جز گامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

کے دنیا را اساسے محکم نیست و زندگی را اعتبارے نے وائیس من خاف علیٰ نفسہ من آفت غیرہٖ

والسلام۔

اس مکتوب مبارک سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کس طرح آپ دنیا کی عزتوں اور وجاہتوں سے متنفر تھے۔ اور خلوت کو جلوت پر ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

ابتداء سے گوشۂ خلوت رہا مجھکو پسند
شہرتوں سے مجھکو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار

یہ تنہائی اور خلوت کا زمانہ بہت لمبا ہے۔ آپ کی ایک تحریر کی رو سے یہ زمانہ ۲۵ برس تک لمبا رہا۔

والد صاحب کے حکم سے ملازمت اور ملازمتوں کی زندگی پر گہری نظر

اس طرح ایک دفعہ حضرت والد صاحب کے حکم کے ماتحت آپ نے ملازمت بھی کی۔ اس ملازمت کے ایام حضور نے نہایت کراہت سے گذارے۔ بعض کوتاہ بینوں نے حضور کی ذات پر طعن کیا ہے۔ کہ آپ نے ملازمت کی کاش ان کو معلوم ہوتا۔ کہ وہ دنیا کا ہادی اور رہنما۔ اس زمانہ کا نبی اور رسول جو اپنی ذات کے متعلق تحریر فرماتا ہے کہ

"اگر خدا تعالیٰ مجھے اختیار دے۔ کہ خلوت اور جلوت میں سے تو کس کو پسند کرتا ہے۔ تو اس ذاتِ پاک کی قسم ہے۔ کہ میں خلوت کو پسند کروں۔"

وہ انسان جو کہتا ہے۔

"مجھے افسوس ہے۔ کہ بہت سا عزیز وقت میرا ان جھگڑوں میں ضائع ہو گیا۔"

وہ دنیا سے منقطع ہستی۔ جو فرماتی ہے کہ

"کہ وہ چاہتے تھے کہ دنیا داروں کی طرح مجھے رو بخلق بنا دیں۔ اور میری طبیعت اس طریق سے بیزار تھی۔"

وہ کب گوارا کر سکتی تھی۔ کہ کسی کی ملازمت اختیار کریں۔ مگر صرف ایک ہی روک تھی۔ اور وہ یہ کہ آپ

برّاً بالوالدین

کی زندہ مثال تھے۔ آپ متنفر تھے۔ کڑھتے تھے۔ اپنی طبیعت کے خلاف جانتے تھے۔ مگر اُف تک نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کہ

"میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنی والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا۔ اور ان کے لئے دعا میں مشغول رہتا تھا۔"

پس یہ جو کچھ کیا۔ محض ان کی اطاعت کے لئے کیا اور اپنی طبیعت کے خلاف کیا۔ مگر ملازمت کو نہ چھوڑا تب خدا تعالیٰ نے حضور کی دعاؤں کو سُنا۔ باپ کے دل کو جذبۂ ہمدردی سے بھر دیا۔ اور آپ کی جدائی ان کو گراں گذرنے لگی۔ اس لئے انہوں نے آپ کو حکم دیا۔ کہ ملازمت چھوڑ کر آ جائیں۔ حضور فرماتے ہیں۔

"اُنکے حکم سے جو عین میری منشاء کے مطابق تھا میں نے استعفاء دے کر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی سبکدوش کر لیا۔"

مگر

اس زمانہ ملازمت میں آپ کو ملازمت پیشہ لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ آپ نے ان کی زندگی فسق و فجور سے بھری ہوئی۔ دیکھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت کم ہونگے جو پورے طور پر صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوں اور جو ان ناجائز حظوظ سے اپنے تئیں بچا سکیں۔ جو ابتلاء کے طور پر ان کو پیش آتے رہتے ہیں۔

میں ہمیشہ ان کے منہ کو دیکھکر حیران رہا۔ اور اکثر کو ایسا پایا۔ کہ ان کی تمام دلی خواہشیں مال و متاع تک خواہ حلال کی وجہ سے ہو یا حرام کے ذریعہ سے محدود تھیں اور بہتوں کی دن رات کی کوششیں صرف اسی مختصر زندگی کی دنیوی ترقی کے لئے مصروف پائیں۔

میں نے ملازمت پیشہ لوگوں میں بہت کم لوگ ایسے پائے۔ کہ جو محض خدا تعالےٰ کی عظمت کو یاد کرکے اخلاقِ فاضلہ، حلم، اور کرم اور عفت اور تواضع اور انکسار اور خاکساری اور ہمدردی مخلوق اور پاک باطنی اور اکلِ حلال اور صدقِ مقال اور پرہیزگاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ بلکہ بہتوں کو تکبر، بدچلنی اور لاپرواہی دین اور طرح طرح کے اخلاقِ رذیلہ میں شیطان کے بھائی پایا۔"

چونکہ آپ کو اللہ تعالےٰ مخلوق کی اصلاح کے مقام پر کھڑا کرنے والا تھا۔ اسی لئے ایک مقام پر جو اگرچہ آپ کا مقام نہ تھا کھڑا کرکے مخلوق کی اندرونی حالت کا نظارہ کرادیا۔ جیسے طبیب کو باوجود کراہیت کے مریض کے بول و براز تک گندی چیزوں کو دیکھنا پڑتا ہے۔ حضور کو بھی ملازمت پیشہ مخلوق کی حالت کا نظارہ کرنے کا موقعہ ملا۔

ملازمت سے واپسی کے بعد

پھر حضور حضرت والد صاحب کی خدمت میں مشغول ہوگئے۔ اور جو وقت بچتا۔ اسے قرآن کریم احادیث نبویہ کے مطالعہ اور تدبر میں صرف فرماتے۔ بلکہ حضرت والد صاحب کو سنایا کرتے۔

آخری زمانہ میں حضرت میرزا غلام مرتضےٰ صاحب اپنی دنیاوی ناکامی کی وجہ سے بہت غمگین رہتے تھے۔ ستر ہزار روپیہ کے قریب مقدمات پر صرف کردیا۔ مگر کچھ نتیجہ نہ ہوا۔

مسجد اقصیٰ کی تعمیر

اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل آپ نے اپنی توجہ مسجد اقصےٰ کی تعمیر کی طرف مبذول کی۔ اور وصیت کی۔ کہ اس مسجد کے ایک کونے میں مجھے دفن کرنا۔ مسجد کی تعمیر مکمل اور چند اینٹیں باقی تھیں۔ کہ حضرت میرزا غلام مرتضےٰ صاحب مرض پیچش سے فوت ہوگئے۔ اور اس مسجد کے ایک گوشے میں دفن ہوگئے۔ اللّٰھم ارحمه وادخله الجنة۔ آمین۔ آپ کی عمر اس وقت ۸۵ سال کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلداری

حضرت میرزا غلام مرتضےٰ صاحب کی وفات کی خبر اللہ تعالےٰ نے حضور کو قبل از وقت دی۔ اور آپ لاہور سے قادیان آئے۔ اور پھر وفات سے تھوڑی دیر پہلے اللہ تعالےٰ نے الہام فرمایا۔

والسّماءِ والطّارق

یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبدأ ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب ہونیکے بعد نازل ہوگا۔ حضور کو تفہیم میں بتلایا گیا۔ کہ یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے عزاداری ہے۔ کیوں نہ ہو۔ جبکہ ایک اتنا بڑا انسان آپ کی صلب سے پیدا ہوا۔ جو دنیا کا نجات دہندہ تھا اور جو زمین و آسمان میں ایک جدید انقلاب پیدا کرنے کے لئے پیدا کیا گیا۔ جو ایسا عظیم الشان انسان تھا جس کے ساتھ خدا نے وہ مکالمہ و مخاطبہ کیا جس کی نظیر تیرہ سو سال سے قبل نظر نہیں آئی تھی۔ اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کے پیارے باپ کی وفات پر خدا تعالےٰ نے عزاداری فرمائی۔ جس سے آپ کی دلداری اور ان کی عزت افزائی مقصود تھی۔

ظاہری اسباب سے گھبراہٹ

اس وقت والد صاحب کی وفات سے آپ کو اندیشہ ہوا۔ کہ اب معلوم نہیں کیا ابتلاء پیش آئیں۔ آپ اسی فکر میں ہی تھے۔ تو خدا تعالےٰ نے اپنی قدرتوں اور طاقتوں کے اظہار کا اعلان فرماتے ہوئے آپ کے قلب پر اطمینان اور سکینت نازل فرمائی۔ اور فرمایا۔

الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ

ان کی وفات کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضور کی کفالت کا کام اس طرح اپنے ذمہ لیا۔ کہ حضور فرماتے ہیں۔ کہ کوئی باپ ایسی کفالت نہیں کرسکتا۔ اور یہی نہیں بلکہ مبشرات کا دروازہ آپ پر کھول دیا گیا۔

احیاءِ سنّت خاندانِ نبوّت

اللہ تعالےٰ حضور کو اس عظیم الشان امانت کے سپرد کرنے کے لئے تیار فرما رہا تھا۔ جو نبوت کی امانت تھی اس لئے آپ کا دل خدا نے ہر ایک بدعت اور ہر ایک ریاضت سے جو نفسانیت کے ماتحت گھڑی گئی تھی متنفر کردیا تھا۔ ہاں وہ خود آپ کے دل پر وحی نازل کرتا تھا۔ کہ یوں کرو اور یوں نہ کرو۔ مثلاً ایک دفعہ خواب میں ایک بزرگ معمر پاک صورت حضور کو نظر آئے۔ اور انہوں نے یہ ذکر کیا کہ کسی قدر روزے انوارِ سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنّت خاندانِ نبوّت۔

تب آپ نے کچھ مدت تک پوشیدہ طور پر روزے رکھے۔ گھر سے کھانا منگوا کر یتیموں اور مسکینوں میں تقسیم فرما دیتے۔ پھر آہستہ آہستہ آپ نے اپنی خوراک کو بھی کم کرنا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ یہ خوراک چند تولہ تک رہ گئی۔ اور اس طرح آٹھ یا نو ماہ تک آپ نے ایسا ہی کیا۔ اور یہ ایسی غذا تھی۔ جس پر کوئی دو تین ماہ کا بچہ بھی گزارہ نہیں کرسکتا تھا۔ ان ایام میں آپ پر

آسمانی کشوف کے دروازے کھولے گئے

سابقہ انبیاء کی ملاقاتیں ہوئیں۔ اور بہت سے اولیاء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ عین بیداری میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسینؓ اور حضرت امام حسنؓ کی زیارت ہوئی۔ حضرت مسیح ناصری سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور صدہا قسم کے انوار آپ پر نازل ہوئے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کو منظور تھا۔ کہ آپ کو اس مقام کے لئے تیار کیا جائے جس کے لئے آپ پیدا کئے گئے ہیں۔ اور یہ سب خدا کے حکم اور منشاء سے ہوا۔

ماموریت کے مقام پر

تیرھویں صدی کے اخیر اور چودھویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی وہ وقت آگیا۔ جس کی انتظار کرتے کرتے ہزارہا صلحائے امت اس جہان سے گذر گئے۔ آسمان زمین کے قریب آگیا۔ رحمت کی ہوائیں چل پڑیں۔ خدا نے اپنے بندوں پر رحم فرمایا۔ اور آسمان نے زمین پر اپنے نور کو اگل دیا۔ اور جو دنیا سے چھپا تھا۔ اسے خدا نے اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا۔ اور اسے مخاطب کرکے فرمایا۔

الرحمٰن علّم القراٰن۔ لتنذر قومًا ما انذر آباءھم ولتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت و انا اول المؤمنین۔

یعنی خدا تعالےٰ نے تجھے قرآن سکھایا اور اس نے معانی تجھ پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہوا۔ کہ تا تو لوگوں کو ان کے بد انجام ڈرائے۔ جو باعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کی غلطیوں میں پڑ گئے ہیں۔ اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے۔ کہ جو ہدایت پہونچنے کے بعد بھی راہِ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے ان کو کہدو۔ کہ

میں مامور من اللہ ہوں۔ اور اول المومنین ہوں

حضور کے یہ الہامات براہین احمدیہ میں موجود ہیں اور جب تک آپ نے اپنی ماموریت کا اعلان نہ فرمایا تھا اس وقت ہزارہا لوگ آپ کو خود بخود مجدد کہتے تھے۔ مگر جب آپ کی طرف سے دعوےٰ ہوگیا۔ تب آپ کو ایک اور شدید مجاہدہ کی بھٹی سے نکالا گیا۔ اور وہ مجاہدہ علماء زمانہ کی تکفیر بازی۔ اور بدزبانی اور بدگوئی تھی۔ کہ الامان دنیا میں کہیں امان نہ رہے۔ تمام دنیائے اسلام سے کفر کے فتوے منگوائے گئے۔ علماء گاؤں گاؤں پھر کر ایک آگ لگاگئی اور آپکی اس قدر توہین کی۔ اور کرائی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آجتک ایسی سختی کسی انسان کے ساتھ نہیں ہوئی تھیلو کے تھیلے خطوں کے۔ سینکڑوں کتابیں۔ ہزارہا علماء کے گھر بگھر لیکچر دیتے پھرنا ایک طوفان بے تمیزی تھا۔ فتووں کی یہ حالت کہ کوئی حضور سے حضور کے ماننے والے سے بات نہ کرے۔ سلام نہ کرے۔ مسجد میں نہ آنے دے۔ سودا نہ بیچے۔ قبرستان میں دفن نہ ہونے دے۔ الامان۔ الحفیظ۔

مگر

اس حالت میں خدا نے آپکو تسلی پر تسلی دی۔ اور یقین دلایا۔ کہ تو ہی غالب ہوگا۔ دنیا کو تیرے قدموں میں لا کر ڈال دیا جائیگا۔ تیری آل اولاد کو بڑھایا جائیگا۔ فتح و نصرت تیرے پاؤں چومے گی ۴۴

٭ اس قسم کے وعدے اردو میں بھی تھے اور عربی میں بھی تھے۔ اور انگریزی میں بھی تھے اور فارسی میں بھی۔ خدا نے ہر زبان میں کلام کی۔ اور ہر زبان میں تسلی دی۔ تب ان مخالفتوں کی وجہ سے ایک جماعت کو توجہ ہوئی۔ اور انہوں نے تحقیقات کی۔ خدا نے انکے دلوں کو کھولدیا۔ اور نورِ ایمان انکے روح اور جسم میں سرایت کرگیا۔ اور اسطرح اللہ تعالےٰ نے ایک نیک اور پاک لوگوں کی جماعت اپنے ہاتھ سے کھڑی کردی۔ اور دنیا میں قادیان کی سرزمین سے ایک روحانیت کی نہر جاری فرمادی:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمکو کس مقام پر پہنچانا چاہتے تھے

(حضرت عرفانی اکبر کی قلم سے)

آنکہ گشت کوچہ جاناں مقام شاں ❊ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

عزیز مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مدیر مسئول الحکم نے مجھے لکھا ہے۔ کہ وہ الحکم کا ایک خاص نمبر ۲۸ رمئی ۱۹۳۸ء کو نکالنا چاہتے ہیں۔ اور میں اس کے لئے مندرجہ عنوان پر ایک مضمون لکھوں۔ میں اپنی پیرانہ سالی اور آئے دن کی بیماریوں کے حملوں اور دوسرے مشاغل کی وجہ سے اتنا سست اور کمزور ہوگیا ہوں۔ کہ بعض اوقات خطوط کا جواب دینے میں بھی تساہل کرتا ہوں۔ لیکن الحکم کے بقا کے لئے اگر میں کوئی خدمت کرسکوں۔ تو میرے لئے عین راحت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام بجائے خود ایک طاقت ہے جو پژمردہ دلوں میں ہمت اور عزم بلند کی لہر پیدا کردیتا ہے۔ اس لئے میں اس موضوع پر ایک مختصر سا مقالہ عزیز کی حوصلہ افزائی اور اپنی سعادت کے لئے لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض یہ تھی۔ کہ

تا لوگ قوتِ یقین میں ترقی کریں۔

اس لئے کہ یقین کامل ہی ایک ایسی قوت ہے جو انسان میں گناہ سوز فطرت پیدا کرتی ہے۔ اور جب تک اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایک لذیذ اور قوی ایمان پیدا نہ ہو۔ انسان کو گناہ سے نفرت اور معرفتِ الٰہی میں ترقی کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بشارتیں دی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی بعثت کے وقت ایمان ثریا پر جاچکا [illegible]

چاہتے تھے۔ یقین کامل کے پیدا ہوجانے کے بعد انسان کا دل خدا تعالےٰ کا عرش ہوجاتا ہے۔ اور وہ تجلیاتِ الٰہیہ کا مرکز ہوکر ہر قسم کے رذائل کے خس وخاشاک کو جلا دیتا ہے۔

—(۲)—

اس مقام کے حاصل کرنے کے بعد انسان خود صفاتِ الٰہیہ کی تجلیات کا مظہر بن جاتا ہے۔ اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کی رضا میں کھویا جاتا ہے۔ ایسے انسان کے ارادے اور اس کی ساری خواہشیں اور تمنائیں خدا کے لئے ہوجاتی ہیں اور وہ یقین کرتا ہے۔ کہ اگر میرے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں [illegible]

گناہ کی زہر کے لئے تریاق ہو

جو الفاظ اور چند رسوم کا مجموعہ نہ ہوگا۔ بلکہ زندہ خدا کی تائیدی شہادتیں اس کو مؤثر بنا رہی ہوں گی۔ پس جو منصب آپ کی بعثت کا ہے۔ وہی وہ مقام ہے۔ جہاں آپ ہم کو یا دنیا کو پہونچانا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی بصیرت اور معرفت کو اپنے عمل۔ اپنی تعلیم اور خدا تعالےٰ کے تازہ بتازہ نشانات کے ذریعہ اپنے خدام میں پیدا کیا۔ آپ نے موت اور زندگی کا ایک نیا فلسفہ جو حقیقی فلسفہ حیات ہے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور فرمایا کہ

دیکھو میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے۔ اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے۔ جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس تم اگر دنیا کی ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو۔ تو تمہاری عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے۔ بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہوئے (الوصیت)

یہی وہ روح ہے۔ جو آپ نے شرائط بیعت میں رکھی ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا۔ حضرت مسیح موعودؑ مخلص فی الدین بنانا چاہتے تھے۔ اور اسی مقام کی طرف تمام عمر آپ نے دعوت دی۔ اور جماعت کے سامنے وہ عظیم الشان نصب العین رکھا۔ جو اپنی عظمت اور شان کے لحاظ سے بے نظیر اور اپنی حقیقت کے لحاظ سے انسانی مقصد خلق کو لئے ہوئے ہے۔ جس کو پیش نظر رکھکر انسان دنیا میں امن وسلامتی کا مشعل بردار ہوجاتا ہے۔ اور انسانی وحدت اور محبت واخوت کا عملی محرک بنتا ہے۔ آپ نے نہایت واضح الفاظ میں الوصیت میں فرمایا۔ کہ

"اگر تم اپنے نفس میں درحقیقت مرجاؤ گے۔ تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے۔ اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور وہ گھر بابرکت ہوگا۔ جس میں تم رہتے ہوگے۔ اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں۔ اور شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہوجائے گی۔ اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت [illegible]

ایک احمدی کی دعا

(از جناب شیخ عبد الحکیم صاحب شملوی)

الٰہی نور سے اپنے منور مجھکو سینہ دے
عطا کر راحت دل اور معارف کا خزینہ دے

عطا کر معرفت اور بخشدے اپنی شناسائی
رضا پر تیری راضی ہو وہ دل دے اور سینہ دے

چلوں میں تیری راہوں پر مقدم ہو رضا تیری
جو بحرِ کفر وعصیاں سے نکالے وہ سفینہ دے

جسے میں لیکے دنیا میں تیری توحید پھیلاؤں
میرے دل کی انگوٹھی کے لئے ایسا نگینہ دے

عطا توفیق کرتا نامِ احمدؐ جگ میں پہنچاؤں
چڑھوں میں ہر بلندی پر وہ طاقت دے وہ زینہ دے

الٰہی اپنے فضلوں سے میرے دنیا بنا جنّت
وہ رحمت دے وہ راحت دے وہ عقبےٰ کا خزینہ دے

میری اولاد کو بھی اپنے فضلوں کا بنا وارث
انہیں دے نور عقل اور دل مثالِ آبگینہ دے

انہیں دے علم وعمر ورزقِ طیّب تا ثمر ور ہوں
انہیں ذوق ورسائی تا بہ مکّہ اور مدینہ دے

بنیں وہ خادمِ ملّت ہوں ناصر دین احمدؐ کے
صداقت پر رہیں قائم وہ نوری اُنکو سینہ دے

تری حمد وثنا دنیا میں ہو دن رات اے مولیٰ
میرے محمودؔ کو یا رب مقامِ طُورِ سینا دے

گرے قدموں میں اس کے زیر ہو کر کبر فرعونی
جو قومیں نیک طینت ہوں انہیں تو چشم بینا دے

ایک خاص قوم بن جاؤ گے۔" (الوصیت)

(۴)

غور کرو۔ اگر انسان میں یہ روح پیدا ہو جائے۔ وہ خدا کا ہو جاوے۔ اور خدا تعالےٰ کی محبت کی سعادت اسے حاصل ہو جاوے۔ پھر دنیا میں کون ہے۔ جو اس کا مقابلہ کر سکے یہی سر ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے مخلص خدام کی جماعت جو خدا تعالےٰ کی وحی میں حزب اللہ کہلاتی ہے ہر قسم کی مخالفتوں اور مصائب کے طوفان میں منصور و مظفر ہوتی ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں اپنے مقام سے ہٹا نہیں سکتی ہے۔ لیکن اسی مقام کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ سالک ان تمام ابتلاؤں اور فتن میں ثابت قدم رہے۔ جو محض اس کے اصطفاء اور ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں تو ساری عمران امور کی طرف توجہ دلاتے رہے لیکن الوصیت اور اپنی آخری تصانیف میں خصوصیت سے آپ نے فتن اور حوادث کے متعلق بار بار جماعت کو متوجہ کیا۔ اور ایسے وقتوں میں انہیں ثابت قدم رہنے اور نور یقین سے لبریز رہنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے ہم کو یہ سبق دیا۔ کہ ہم اپنے اندر پاکیزگی کی صحیح روح پیدا کریں اور ہر قسم کی گندگی اور پلیدی سے اپنے جسم اور روح کو بچائے رکھیں۔ ہمارے خیالات میں پاکیزگی ہو۔ اقوال میں پاکیزگی ہو۔ اعمال میں پاکیزگی ہو۔ اس کے لئے بھی آپ نے یہی فرمایا۔ کہ یہ روشنی بھی یقین کے ساتھ ملی ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک مقام پر لکھا ہے:۔

"گناہوں سے بچنے کے لئے اس نور کی تلاش میں لگنا چاہیئے۔ جو یقین کی کرار فوجوں کے ساتھ نازل ہوتا۔ اور ہمت بخشتا اور قوت بخشتا اور تمام شبہات کی غلاظتوں کو دھو دیتا اور دل کو صاف کرتا۔ اور خدا کی ہمسائیگی میں انسان کا گھر بنا دیتا ہے۔" (کتاب البریہ)

(۵)

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ

"ہر ایک آدمی بھی تبدیلی کا محتاج ہے جس میں تبدیلی نہیں وہ من کان فی ھذہٖ اعمٰی کا مصداق ہے مجھے بہت سوز و گداز رہتا ہے۔ کہ جماعت میں ایک پاک تبدیلی ہو۔ جو نقشہ اپنی جماعت کی تبدیلی کا میرے دل میں ہے۔ وہ ابھی پیدا نہیں ہوا۔ اور اس حالت کو دیکھ کر میری وہی حالت ہے لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین۔

میں نہیں چاہتا۔ کہ چند الفاظ طوطے کی طرح بیعت کے وقت رٹ لئے جاویں۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ تزکیہ نفس کا علم حاصل کرو۔ کہ ضرورت اسی کی ہے۔ ہماری یہ غرض ہرگز نہیں۔ کہ مسیح کی وفات حیات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنےٰ سی بات ہے۔ اسی پر بس نہیں۔ یہ تو ایک غلطی تھی جس کی ہم نے اصلاح کردی

لیکن ہمارا کام اور ہماری غرض ابھی اس سے بہت دور ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو۔ اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ۔ اس لئے ہر ایک کو تم میں سے ضروری ہے۔ کہ وہ اس راز کو سمجھے۔ اور ایسی تبدیلی کرے۔ کہ وہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں میں پھر کہتا ہوں۔ کہ یقیناً یقیناً جب تک ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہ کر کوئی یہ نہ سمجھے۔ کہ میں اور ہوگیا ہوں ایسے فائدہ نہیں پہونچتا۔" (الحکم ۲۲ جولائی سنہ ۱۹۰۵ء)

اس قسم کے اقتباس حضرت کے ملفوظات آپ کی تصنیفات آپ کے مکتوبات میں اسی کثرت سے ہیں۔ کہ اگر ان سب کو جمع کیا جاوے۔ تو وہ ایک ضخیم کتاب ہو جاوے۔ آپ نے ہمیشہ جماعت کو پاکیزگی اور معرفت الٰہی کے اسی معیار کی طرف دعوت دی۔ جو نہ صرف اپنی رفعت شان کے لحاظ سے ممتاز ہوتا ہے۔ بلکہ وہ تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا اور رستہ بھولے ہوئے انسانوں کے لئے رہنمائی کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ پس میرے عزیز بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ ہمارے سامنے موت وحیات کے اس حقیقی نکتہ کو رکھا جس کو سمجھنے کے بغیر انسان جو عرف عام میں چلتا پھرتا اور جیتا جاگتا ہو۔ وہ بھی مردہ ہوتا ہے۔ اور جس حقیقت کو پا لینے کے بعد انسان موت کے مقام سے اوپر چلا جاتا ہے۔ یہی ہر اگر وہ طبعی موت کا شکار بھی ہو جائے تب بھی وقت کا فاتح کہلاتا ہے۔ اور حقیقی زندگی اس کی ہی ہوتی ہے۔

بقائے دوام کا تاج اس کے سر پر ہوتا ہے ساری کائنات اس کے لئے مسخر کر دی جاتی ہے۔ اور اسے حقیقی رفعت اور عزت کا وارث بنا دیا جاتا ہے پس ضرورت ہے۔ کہ ہم سب سے اول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض کو سمجھ لیں۔ اور پھر آپ کی پاک سیرت کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ اور ہماری زندگی کا عمل ضابطہ اپنے لئے اعمال کی روشنی میں ترتیب دیا جاوے۔ الفاظ اور اقوال سے گذر کر ہم اعمال کی دنیا میں داخل ہو جائیں۔ ہماری ساری قوتیں اور ساری طاقتیں ہمارے تمام وسائل اور ساری کوششیں اسی مقصد وحید کے حاصل کرنے کے لئے صرف ہوں۔ اور خدا تعالےٰ کے آستانہ پر ہماری روح اس طرح پر بہہ کر گرے۔ جیسے آبشار سے پانی گرتا ہے۔ پھر جب وہ گرتا ہوا پانی ایک قوت اور بجلی کی رو پیدا کر دیتا ہے۔ یقیناً ہمارے اندر وہ قوت اور طاقت پیدا ہو جائیگی جو ہر ایک قسم کے رذائل کے خس و خاشاک کو بہا لیجائیگی اور ایک مصفا نور معرفت اور یقین کا ہم میں پیدا ہوگا۔ لیکن اس کے لئے ضرورت ہے۔ کہ ہماری ساری توجہات کا مرکز اور محور وہ وجود ہو۔ جس کو خدا تعالےٰ نے ہماری رہنمائی کے لئے آپ برگزیدہ فرمایا ہے۔ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اس کی برکات اور فیوض سے بہرہ اندوز فرمائے۔ آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور کسر صلیب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی ایک بڑی غرض کسر صلیب تھی۔ خدا تعالےٰ نے آپ کو بڑے بڑے وعدوں کے ساتھ ایسے وقت میں بھیجا۔ جبکہ دنیا کے بہت بڑے حصہ پر عباد مسیح حکومت کر رہے تھے۔ اور کوئی شخص انکے خدا کی موت کے متعلق نعرہ زن نہیں ہو سکتا۔ یہ حادثہ اپنے اثر اور وسعت کے لحاظ سے حضرت موسیٰ کے اس حادثہ قتل سے زیادہ گہرے اثرات رکھتا تھا جس میں فی الحقیقت انکا کوئی قصور نہ تھا۔ ایک ایسے انسان کے متعلق جسے غلطی سے خدا جان لیا گیا اس کے پرستاروں کی مملکت میں بیٹھکر یہ دعویٰ کرنا کہ وہ انسان تھا اور فوت ہو چکا ہے۔ ایک ایسے زلزلہ کا پیدا کرنا تھا۔ جو زمین اور اسکے مکان کو تہ و بالا کر دے۔ یا ایک ایسے آتش فشاں پہاڑ کا پھٹ نکلنا تھا جو اپنے دھواں دھار طوفان سے آس پاس کی ہر چیز کو تباہ کر دے۔ مگر خدا تعالیٰ غیر معمولی قوت اور غیر معمولی دل و گردہ ان لوگوں کو عطا کرتا ہے۔ جو اسکی طرف سے کسی ماموریت کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس قوت کو لیکر مبعوث ہوئے۔ اور ایک عیسائی سلطنت میں مسیحیت کی حقیقت کو ظاہر فرمانے لگے۔ انہوں نے

دلائل سے یہ ثابت کیا۔ کہ مسیح ایک انسان تھا۔ اور انسانوں کی طرح فوت ہو گیا۔ چنانچہ جب اللہ تعالےٰ کے حضور آپ کی واپسی کا وقت آیا وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو چکے تھے اور انہوں نے ایک سرسبز باغ گلشن اسلام میں لہلہاتے ہوئے چھوڑا

بھر گیا باغ اب تو پھولوں سے ۞ آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا

آپکی قوت قدسی اور آپ کے مشن کا عکس حق پرستوں پر پڑا۔ چنانچہ مسیح کی خدائی کی نسبت سنہ ۱۹۰۳ء میں ہی ایک حق پرست پادری نے یوں لکھا۔

"آپ کا ایمان مسیح کی خدائی کی بابت جاتا رہا۔ یہ حالت آزمائش ہم سب پر گذری۔ یہ عقیدہ ہمارے مذہب کی اصلی روح نہیں۔ یہ عقیدہ دوسرے عقائد کی طرح تیدریج بنا ہے۔"

انجیلوں کو غور سے پڑھو۔ یسوع نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر کوئی خیال بھی کرتا تھا۔ تو وہ فوراً اس کی تردید کرتا تھا۔ اسکی دعا ایسے خیال کی تردید کرتی ہے۔ اسکے ہر لفظ سے ظاہر ہے۔ کہ وہ ایک متقی انسان کی عاجزانہ عرض ہے نہ یسوع کے شاگردوں نے کبھی ایسا خیال کیا۔ کہ یسوع کے دل میں خدائی کا خیال تھا۔ بلکہ یسوع نے انکو یہانتک منع کر دیا تھا کہ وہ اسے نیک بھی نہ کہیں۔ کہ یہ بھی خدا کی صفت ہے۔ "ایک سال یا دس سال میں انسان انسان بن جائیگا۔ جسطرح کلیسیا نے ابتدائی زمانہ میں ایک انسان کو خدا بنا دیا۔ اسی طرح ہم اس صدی کے لوگ خوشی ـــــ سے اس خدا کو انسان بنا دینگے۔ اور اگلی صدی ان باتوں کو پورا ہوتے دیکھیگی" (آریہ مسافر دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء) بے شک یہ اس زمانہ کے نبی اور رسول کی ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ کہ مسیح کی الوہیت کے خلاف ایک جذبہ پادریوں تک کے دلوں میں پیدا ہوگیا۔

(الحاج مولانا نیرؔ مبلغ اسلام کی عاشقانہ قلم سے)

(۱)

۱۹۰۵ء کے ایام گرما تھے۔ اور تعطیلات موسمی میں ایک محبت بھرا دل لیکر قادیان میں حاضر تھا۔ مسیح پاک کے لئے ایک پوربی نظم کا تحفہ لایا تھا۔ اور دربار میں ادب سے کھڑے ہوکر جو کچھ عرض کیا۔ اس کا آخری حصہ حسب ذیل تھا:۔

گوالن پورب دیش سُوئے تہارے دوار کا آئی۔

جہامنت کے لال جی کرپا کر و چیت لائی

نیرؔ میرد نام ہے تمرد گوال کہات ! !

د ودھوا تمرے گیان کا بیچت ہوں دن رات

سکھیاں ہم سنگ دودہاں دوہو تم گوال !

تنک نجریا کھینچو ہمرے اور گوپال

دوستو! اس پر آنکھ اُٹھی۔ مجھے غور سے دیکھا اور اک نگاہ پہ دل کا فیصلہ کردیا اور دونوں جہانوں میں بیڑا پار کردیا:۔

(۲)

میں سخت بیمار تھا۔ حضور کو لکھا۔ خط سامنے رکھکر لکھتا ہوں:۔

"افسوس کہ میری طبیعت اچھی ہوکر پھر بگڑ جاتی ہے۔ کل کسی قدر بخار پھر ہوگیا اور کل تمام دن زور سے کھانسی آتی رہی۔ رات ایک دفعہ کھانسی آئی۔ اور پسینہ آیا۔ صبح سے اب دس بجے تک بڑے زور سے تین دفعہ آچکی ہے۔ آنکھوں سے پانی نکل پڑتا ہے۔ سخت تکلیف ہوتی ہے۔ میرے لئے دعا فرمادیں۔ اور کوئی دوا بھی عنایت کریں۔ شاید اللہ اس سے شفا بخشے۔ افسوس! میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ میری خواہش تھی۔ کہ حضور کی مزید کامیابی دیکھوں۔ خدا معلوم اب میسر آئے گی یا نہیں۔ خیر میں دعا سے ناامید نہیں۔ میرے لئے زور سے دعا فرمائیں"۔ ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء

بڑے شرم کے ساتھ مہر اس خط میں رکھتا ہوں۔ اور امید ہے کہ آج اس غریب نادار۔ بیمار کے لئے خاص توجہ سے دعا کی جائے گی"۔

دوستو! سوت کی انٹی کے ساتھ یوسف کی خریداری۔ مسیح موعودؑ سے زور کے ساتھ خاص توجہ سے دعا کی درخواست اور مہر نذر۔

اب دیکھو! سرکار کا لطف و کرم اور غریب نوازی اس خط پر تحریر ہے۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

انشاء اللہ میں زور سے دعا کروں گا۔ اور کوئی دوا بھی تجویز کروں گا ہر دوسرے تیسرے دن یاد دلاتے رہیں"۔ والسلام۔ میرزا غلام احمدؐ۔

(۳)

بیماری کے سلسلہ میں ایک اور خط سامنے ہے۔ میں لکھتا ہوں۔

"ابھی میرے دل میں بہت امیدیں ہیں۔ اور کچھ اور خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ کرے میں حضور کی مزید کامیابی دیکھ سکوں۔ میری صحت کے لئے دعا فرمادیں مجھے سخت گھبراہٹ ہے"۔

ڈاکٹر کہتے ہیں بایاں پھیپھڑا خراب ہوچکا ہے۔ زندگی کی امید نہیں۔ مگر مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

انشاء اللہ میں بہت دعا کروں گا۔ مجھے کلی صحت تک یاد دلاتے رہیں۔ کل سے میں بھی دردِ جگر میں بیمار ہوں۔ والسلام۔ مرزا غلام احمدؐ۔

ملاحظہ ہو۔ کلی صحت کی تسلی از وقت خبر اور باوجود دردِ جگر بہت دعا کرنے کا وعدہ یہ تھے مسیح موعود کے احسانات اور یہ ہے حضور کا معجزہ کہ گلے پھیپھڑوں نے یورپ کی برف میں اور افریقہ کی سموم میں کام کیا ہے

میرا دم معجزہ ہے انکے دمِ انکی توجہ کا :: میں زندہ ہوں اگرچہ قصۂ لازرہے افسانہ

(۴)

اگست ۱۹۲۱ء تھا اور میں گولڈ کوسٹ میں تھا۔ گھبراہٹ تھی۔ حضور کی یاد تھی۔ بحرِ ظلمات کے کنارے سالٹ پانڈ کے شوریلے اور گستاخ ساحل پر بیٹھکر میں نے گایا ہے

میرے سرپہ جنوں ہے دل میں جلن میرا چین گیا میری نیند گئی

مجھے یاد جو آیا سیمیں تن میرا چین گیا میری نیند گئی

میری بیاں پکڑ کے گلے سے لگا میرے سینہ سے سینہ کو اپنے ملا

ہائے سینہ میں جلتی ہے برہا اگن میرا چین گیا میری نیند گئی

نیرؔ لختِ جگر کی صورت ہے محمود کی موہنی مورت ہے

ہائے وُہ بھی دور ہے دُور وطن میرا چین گیا میری نیند گئی

تیرا نیرؔ خستہ جگر ہے جہاں اسے جنگ میں برّو بحر سے وہاں

لیجو اس کی کھبر تورے لاگے چرن میرا چین گیا میری نیند گئی

اس کا جواب ملا۔ آقائے غریب نواز آئے گلے سے لگا لیا۔ تب اسی ساحل پر اسی جگہ بلبل نے یادِ گل میں ترانۂ خوشی گایا ہے

سوئے لیکھ سکھی میرے جاگ پڑے سوکھے برچھ بھی کئے اُن ہرے

ملا آکے گلے سے جو بانکا بلم مجھے چین پڑا مجھے نیند پڑی

میری دکھوں میں ساری عمر یا کٹی مجھے غم کی ہمیشہ سے روزی ہٹی

ہوا فضل رفتم گئے رنج و ہم مجھے چین پڑا مجھے نیند پڑی

میں نے صف کو عدو کی ہے چیر دیا یک قلم لعین تسخیر کیا

لیا ہاتھ میں مہدی کا جب سے علم مجھے چین پڑا مجھے نیند پڑی

(۵)

یادِ حبیب میں سفر پر جاتے ہوئے بے ربط باتیں لکھدی ہیں۔ آج کا دن کیا ہے کوئی ذیل کے چند جذبات نیرؔ پڑھ لے ہے

راتیں کٹی ہوں جس کی جاناں کے درد و غم میں

وہ جانتا ہے جاں کی عاشق کے جاں کنی کو

آنکھوں کا میرے پانی بادِ صبا تو لے جا

اس گل کی جاکے دینا ہر ایک پنکھڑی کو

زر ہے نہ پر ہے آخر کیا تحفہ ان کو بھیجوں

بیجا نسیم سحری اس میری بے بسی کو

پیش از وصال مشکل گو ہے وصالِ جاناں

رؤیا میں آکے لیکن ملتے ہیں احمدی کو

جاناں تمہارے منہ سے نیرؔ میں نور چمکا !

کیا منہ تھا ورنہ اس کا پاتا جو روشنی کو

آخری الفاظ

اور وہ الفاظ جو رفیق اعلیٰ سے ملتے ہوئے آپ نے فرمائے۔" اے میرے پیارے! اے میرے پیارے!! اے میرے پیارے اللہ۔ اے میرے پیارے اللہ۔

آخری نماز

۲۶ مئی کی صبح کو جب فجر کی نماز کی اذان کان میں پڑی۔ تو پوچھا۔ کیا صبح ہوگئی ہے۔ جواب ملنے پر فجر کی نماز کی نیت باندھی۔ اور ادا فرمائی۔ یہ آپ کی آخری نماز تھی۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ؕ

(پارہ ۴ النصف)

جبکہ ریگستانِ عرب کے وہ ذرّات جو کہ انوارِ نبوت کے پرتو سے عالم تاب ہو گئے تھے۔ بوجہ بُعدِ زمانی و مکانی بے نور ہو گئے (اذا الشمس کورت) جبکہ وہ باقیات الصالحات علماء جو کہ ٹمٹماتے ہوئے ستاروں کے مانند تاریکی میں نظر آتے تھے۔ ایک ایک کر کے آسمانِ اسلام سے غائب ہو گئے (و اذا النجوم انکدرت) جبکہ کوہ وقار اسلامی سلطنتیں جو کہ اسلامی شعار کی ضامن تھیں غفلت شعار ہو گئیں۔ اور خواہشات دنیا میں مبتلا ہو کر آخر کار ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ (و اذا الجبال سیرت) جبکہ جزائر اور بیابانوں کے وحوش نے باغِ اسلام کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ اور بھیڑیئے اور درندوں نے فرزندان اسلام کو اسلام کی چار دیواری سے اُچک لینا شروع کیا۔ (و اذا الوحوش حشرت) جبکہ اسلام کے پُرشور سمندر کا مد دیکھتے دیکھتے تنزلی کی خاموش جزر سے بدل گیا۔ اور علوم و فنون کے رواں دریا خشک ہو گئے۔ (و اذا البحار سجرت) اور جبکہ ظلم و عدوان، عصیان و طغیان، کفر و اباحت نے مطلع اسلام کو تاریک کر دیا۔ (و الیل اذا عسعس) یکایک افقِ مغرب سے پَو پھوٹی (و الصبح اذا تنفس) ظلمتِ کفر نے اپنی سیاہ چادر لپیٹی۔ نور کا تڑکا ہوا۔ وہ خورشیدِ رسالت جو اپنی جلالی شان کے ساتھ فاران کی چوٹی پر جلوہ گر ہوا تھا اپنی جمالی شان کے ساتھ قادیان سے پھر نور بار ہوا۔

(و اذا الرسل اقتت) ایمان کی روشنی جو دنیا سے الوپ ہو گئی تھی، اور ثریا پر چلی گئی تھی۔ دوبارہ زمین پر آئی۔ اور بڑی چمک دمک کے ساتھ آئی۔ یعنی راہ ہدایت و صواب دکھانے والا ہادی و مہدی، اسلام کے چہرہ سے جہالت کی سیاہ نقاب الٹ کر اس کا منور و دلکش چہرہ دکھانیوالا، مجددِ شریعت، صدیوں کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانیوالا حکم و عدل، مخالفینِ اسلام کی مخالفانہ تالیف و تصنیف پر خطِ نسخ کھینچنے والا سلطان القلم، انبیاء سابقین کی خوبصورت مگر نظر سے اوجھل صورتوں کی رونمائی کرنے والا "حسین مکھڑہ" جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء، مسیح اسرائیلی کا مثیل مگر شان میں افضل سیّد المرسلین خاتم النبیین کا بروز اکمل۔ آپ کی زبانِ نبوت کا ترجمان نبی اللّٰہ آیا، با کرّ و فر آیا، با فتح و ظفر آیا۔ بہ تیغ و تبر آیا۔ قرنا کی گونج کے ساتھ، براہین و فرامین کے ساتھ، نشانات اور معجزات کے ساتھ آیا۔ ؏ یک نظر سوئے ایں نگار کن

اُس نے آ کر فرمایا:-

غافلاں من زیار آمدہ ام ؎ ہمچو بادِ بہار آمدہ ام
آمدم آں زماں کہ بادِ خزاں ؎ کرد یکسر ریاضِ دیں ویراں
آمدم تا نگار باز آید ؎ بے دلاں را قرار باز آید
تشنہ ہا می زنم بر آب زلال
ہمچو مادر دواں پئے اطفال

انبیاء کی عظمت کا پتہ اُن کے کاموں سے لگتا ہے جبقدر مفید عالم اُن کے کام ہوتے ہیں۔ اُسی قدر ان کے احسانات کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے محبوب و مطاع، سرورِ انبیاء سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کے نقشِ قدم پر سارے عالم کی طرف پیغامبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے آپ کے کاموں کا دائرہ بھی وسیع اور آپ کے احسانات بھی عالمگیر ہیں۔ کسی خاص ملک یا کسی خاص قوم یا کسی خاص جماعت پر آپ نے احسان نہیں کئے ہیں۔ بلکہ شرق و غرب پر شمال و جنوب پر، کالے اور گورے پر، شاہ و گدا پر، عالم و جاہل پر، غرضیکہ ہمہ عالم پر آپ نے احسان کئے ہیں۔ کوئی فرد دنیا میں ایسا نہیں۔ جو آپکا زیر بارِ احسان نہ ہو۔ یہ کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے۔ گو اس وقت کی دنیا انکار کرے۔ اور اپنے اس محسنِ اعظم کی شکر گذار نہ ہو۔ لیکن حق ظاہر ہو کر رہے گا۔ اور دنیا خصوصًا مذہبی دنیا کو اپنے محسنِ حقیقی کا شکر گذار ہونا ہوگا۔

اگر تفصیل سے لکھا جائے۔ تو آپ کے احسانات کی تقسیم و تبویب بہت ہو سکتی ہے۔ گھنٹوں نہیں بلکہ دنوں اور مہینوں آپ کے احسانات بیان کئے جا سکتے ہیں۔ چونکہ "الحکم" کے محدود اوراق اس عظیم الشان مضمون کے لئے کافی نہیں ہیں۔ اس لئے میں اجمال بھی نہیں بلکہ اشارات پر کفایت کروں گا۔ ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار
گلچیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

نفسِ مذہب پر آپکا احسان

موجودہ دنیا، سائنس اور فلسفہ کی دنیا اپنے تمام مادی حربہ اور آلات سے مسلح ہو کر مذہب اور اس کے نام و نشان کو نیست و نابود کرنے کیلئے تیار تھی۔ مذہب کو ننگِ انسانیت و تہذیب، باعث فتنہ و فساد اور سبب خونریزی و خونخواری سمجھا جانے لگا تھا۔ اہل مذہب مبہوت و ششدر تھے۔ ہر میدان میں شکست پر شکست کھا رہے تھے۔ لیڈرانِ قوم اور مدعیانِ اصلاح کی زبانوں اور ان کے قلموں پر فلسفۂ یورپ نے وہ رعب جمایا تھا۔ کہ اللّٰہ کا لفظ بولنے اور لکھنے میں جھینپتے تھے اور صرف "قدرت" کا لفظ استعمال کیا کرتے تھے۔ ارکان مذہب اور ایمانیات و اعتقادات کا فلسفیانہ ثبوت تو ایک کارِ مشکل تھا۔ غلامی اور تعدد ازدواج وغیرہ مسائل پر اپولوجیاں مانگی جا رہی تھیں۔ وحی۔ الہام۔ ملائکہ۔ دعاء اور عذاب، دوزخ وغیرہ پر تمسخر کیا جا رہا تھا۔ جنت و نعمائے جنت پر پھبتیاں اڑائی جاتی تھیں۔ اور کہا جاتا تھا۔ کہ ؎

دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

وہ کونسا انسان ہے۔ جس نے چودھویں صدی میں آ کر مادیات کی زبردست طاقتوں کے مقابلہ میں مذہب کی حقانیت اور برتری حجج بالغہ و دلائل قاطعہ، شواہد بیّنہ۔ مشاہدات عینیہ اور تازہ بتازہ الہامات ربّانیہ سے ثابت کی اور صداقت مذہب کا نہ ختم ہونیوالا پرچم عالم میں لہرایا۔ وہ اس معمورۂ عالم کا محسنِ اعظم ہمارا آقا، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ زمانۂ موجودہ میں اقلیم مذہب کے اِس بادشاہ کے اِس جہاد اکبر کو اس کی مقدس کتابوں کو اگر دیکھو گے۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ کس حُسن و خوبی سے جسمانیات اور روحانیات یا بالفاظ دیگر خدا کی فعلی کتاب میں تطبیق دیکر مذہب کی ناگزیر ضرورت اور فوقیت ثابت کی ہے۔ "من شاء فلیسر جمع الی الکتبۃ المقدسہ"

عیسائی دُنیا پر آپکا احسانِ عظیم

قومی تقسیم میں آنجناب کا احسان بہت بڑا اس قوم پر ہے جو کہ ربع مسکون کے ایک بڑے حصّہ پر حکمران اور قابض ہے۔ وہ عیسائی قوم ہے۔ کوئی عیسائی یہ کہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کا عیسائیوں پر کس طرح احسان ثابت ہو سکتا ہے۔ انہوں نے تو عیسائیت کے چہرہ پر تبر رکھدیا۔ صلیب کے ٹکڑے کر دیئے۔ یہ کیا احسان ہے۔ مَیں کہونگا۔ کہ بیشک حضرت مرزا صاحب نے دلائل سے صلیب کے پرخچے اڑا دیئے۔ لیکن عیسائیوں اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کیلئے دشمنی کے لئے نہیں۔ اب کوئی سلیم الفطرت عیسائی جس کے دل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی حقیقی محبت ہے۔ اس احسان کو سمجھنے کے بعد صلیب کو پھر جوڑنے اور کھڑی کرنے کی جرأت نہیں کریگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے تمام عیسائی بادشاہوں پر کلیساؤں کے تمام پادریوں اور بشپوں پر روم کے پاپائے اعظم پر اور ہر عیسائی پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ وہ احسان کیا ہے جس کی وجہ سے دنیا کے سارے عیسائیوں کو آپکا مرہونِ منت ہونا چاہیئے۔

وہ خدا کے برگزیدہ رسول، اس کے پیارے اور مقرب بندے "وجیہاً فی الدنیا والاخرہ" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ تین دن کیلئے ملعون سمجھنے کا روح کو کپکپا دینے والا اور نادانی سے اس کو مدار نجات سمجھنے کا خطرناک عقیدہ ہے جس پر نافہمی سے عیسائیوں کو فخر و ناز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح علیہ السلام کی اس سے بریّت ثابت کی۔ اور اعلان فرمایا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ہرگز لعنتی موت اختیار نہ کی۔ بلکہ طبعی موت سے مرفوع الی اللہ ہوگئے۔ وہ تین دن کے لئے کیا تین سیکنڈ کے لئے بھی ملعون نہیں ہوئے۔ اور نہ دوزخ میں رہے۔ اور آپ نے اس عقیدت کو اناجیل مروّجہ قرآن پاک کی آیاتِ مطہرہ اور تاریخ صحیحہ سے مبرہن طور پر واضح فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر تک دکھا دی (دیکھو: "مسیح ہندوستان میں" و دیگر کتب حضرت مسیح موعودؑ) آپ نے ہمدردی سے سمجھایا۔ کہ اے قوم مسیحی! جو کہ مسیح علیہ السلام کی محبت کا دعویٰ کرتی ہے۔! آنکھیں کھول اور دیکھ کہ یہ مسیح علیہ السلام سے محبت نہیں۔ بلکہ دشمنی ہے۔ مسیح اور لعنت کیسی روح میں لرزہ پیدا کرنے والی بات ہے سفیدی کا سیاہی سے کیا تعلق ہے۔ نبوت کا لعنت سے کیا جوڑ ہے۔

دُنیا کی تمام اقوام پر عموماً اور ہندوستان کے ہندوؤں پر خصوصاً آپکا احسان

آپ کا احسان ہندوؤں پر بھی ہے۔ اور نہ صرف ہندوؤں پر بلکہ جو اصل آپ نے پیش فرمایا۔ اس کی رُو سے تمام اقوام عالم پر آپکا احسان ثابت ہوتا ہے۔ اہل اسلام مانتے ہیں۔ کہ تمام صداقتیں قرآن مجید میں درج ہیں۔ لیکن موجودہ زمانہ کے لحاظ سے اکثر صداقتوں کا تفصیلی اظہار اور اس کی ترویج و تبلیغ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں مقدر تھی۔ آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جسطرح جسمانیات میں خدا کی ربوبیت ہر قوم اور ہر ملک کے لئے عام ہے۔ اسی طرح عالم روحانیات میں بھی اس کی ربوبیت عام ہے۔ رب العٰلمین نے کسی قوم اور ملک کے ساتھ بخل سے کام نہیں لیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ "لکل قوم ھاد"۔ "وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر"۔ "وان من قریۃ الا خلا فیھا نذیر"۔ چنانچہ قرآن شریف کی روشنی میں آپ نے ہندوستان میں بھی انبیاء اور ہادی کو دیکھا۔ اور فرمایا کہ حضرت کرشن اور حضرت رامچندر وغیرہ خدا کے فرستادہ اور انبیاء میں سے تھے۔ آپ نے اپنی جماعت سے ان کو منوایا اور ان پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی۔ کیا ہندوستان کے ہندو لیڈروں۔ جگت گوروؤں۔ مہاتماؤں سوامیوں اور پنڈتوں میں یہ قدرت تھی۔ کہ مسلمانوں سے اپنے اوتاروں اور رشیوں کے صداقتوں کا اقرار لیں۔ اور نبیوں جیسی عزت و احترام کا جذبہ دل میں پیدا کرا لیں؟ نہیں! نہیں! ہرگز نہیں! یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہندوؤں پر احسان ہے۔ اس صداقت کے اظہار پر آپ کو اور آپ کی جماعت کو عوام مسلمانوں کی طرف سے اذیتیں اور تکلیفیں پہنچی رہی ہیں۔ چنانچہ مونگھیر کی مسجد کے مقدمہ میں احمدیوں کو مسجد سے نکال دینے کے وجوہات میں سے یہ دلیل بھی پیش کی گئی تھی۔ کہ چونکہ مرزائی کرشن وغیرہ کو نبی مانتے ہیں۔ اسلئے کافر ہیں۔ مسجد میں نہیں داخل ہو سکتے ہیں۔ مگر اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیش کردہ صداقت اسقدر آشکارہ ہوگئی ہے۔ کہ غیر احمدی تعلیم یافتہ گروہ بھی حضرت کرشن وغیرہ کو نبی کہنے اور لکھنے لگا ہے۔ برادران وطن اس محسن کا شکریہ ادا کریں۔ کیا آپ کے پہلے وید کے ساتھ مقدس اور اور کرشن کے ساتھ علیہ السلام کسی مسلمان کی زبان اور قلم سے ادا ہوئے تھے۔ آج بھی عام علماء خصوصاً جمعیتی علماء جو کہ کانگرس اور ہندو مسلم اتحاد کے بھی بڑے شیدائی کہے جاتے ہیں۔ اس صداقت کے اظہار کی جرأت ہوئی اپنی رنگ میں نہ صحیح سیاسی رنگ میں ہی صحیح ہرگز نہیں۔ یہ فرستادگانِ خدا ہی کا کام ہے کہ وہ بلاخوف لومۃ لائم صداقت کا برملا اظہار کیا کرتے ہیں۔

سِکھوں پر احسان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسان پنجاب کی ایک مشہور اور بہادر قوم سکھ پر بھی ہے آپ نے ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت بابا نانک رح ایک پاکباز انسان اور سچے ولی اللہ تھے۔ میں ایک بار قادیان جا رہا تھا۔ گاڑی پر مجھے ایک سکھ سردار ملا۔ مجھ سے پوچھا کہ مرزا جی! مرزا صاحب نے آکر کیا کیا؟ مَیں نے کہا۔ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے جو کام آپ کی قوم کے لئے کیا ہے۔ وہ کام آپ کے اسکولوں کے ماسٹر کالج کے پروفیسر اور آپ کی قوم کے لیڈر نہیں کر سکتے تھے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت بابا نانک رح کو ولی اللہ ثابت کرکے ان کی عزت مسلمانوں کے دلوں میں بٹھا دی ہے۔ یہ سنکر سردار صاحب خاموش ہوگئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسان ہر فردِ انسان پر

ممکن ہے۔ کہ کوئی جلد باز انسان اس دعویٰ کو مبالغہ سمجھے۔ لیکن یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعہ اور حقیقت ہے۔ کہ آپ نے ہر متنفس انسان پر احسان کیا ہے۔ ایک ایسی چیز جو کہ انسانی زندگی کی غائت ہے۔ اور جس کیلئے تمام دنیا

المقالات فی الکلمات

اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے چند ایسے کلمات جمع کئے جاتے ہیں۔ جو اگرچہ کلمات ہیں۔ مگر وہ حقائق و معارف اور سیرت طیبہ کے اسقدر وسیع ابواب اپنے اندر رکھتے ہیں۔ کہ ان پر کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ "ایڈیٹر"

۱۔ فرمایا: "اگر انسانوں میں تقویٰ ہوتا۔ تو پرندوں کی طرح بھوکے نکلتے۔ اور پیٹ بھر کر واپس آتے۔" (سیرت کریمی)

۲۔ آگ لگ چکی ہے۔ اٹھو! اور اس آگ کو اپنے آنسوؤں سے بجھاؤ۔ (تبلیغ رسالت)

۳۔ نجات کے طلبگار کو خدا کی راہ میں نفس کے شتر بے مہار کو مجاہدات سے ایسا دبلا کر دینا چاہیئے۔ کہ وہ سوئی کے ناکہ میں سے گذر جائے۔ (الحکم سنہ ۳ء)

۴۔ ہر ایک نشہ جو ہمیشہ کیلئے عادت کر لیا جاتا ہے وہ دماغ کو خراب کرتا ہے۔ اور آخر ہلاک کرتا ہے۔ (کشتی نوح)

۵۔ میرا مذہب تو یہ ہے۔ کہ اگر دس دن بھر نماز سنوار کر پڑھیں۔ تو تنویر قلب ہو جاتی ہے۔ (الحکم سنہ ۳)

۶۔ دوستو! تم اس مسافر خانہ میں محض چند روز کے لئے ہو۔ اپنے اصلی گھروں کو یاد کرو۔ (اربعین ۲)

۷۔ حقیقی زندگی وصال الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔ (چشمہ مسیحی)

۸۔ دنیا خدا کے نزدیک مردار کی طرح ہے۔ اور خدا کو ڈھونڈنے والے ہرگز دنیا کو عزت نہیں دیتے۔ (تبلیغ رسالت ششم)

۹۔ خدا برحق ہے۔ لیکن اس کا چہرہ دیکھنے کا آئینہ وہ مونہہ ہیں جن پر اس کے عشق بارشیں ہوئیں۔ (براہین احمدیہ پنجم)

۱۰۔ انسان کا نفس اور اس کے تمام قوےٰ اور آنکھ کی بینائی اور کانوں کی شنوائی اور زبان کی گویائی اور ہاتھوں اور پیروں کی قوت یہ سب خدا تعالےٰ کی امانتیں ہیں۔ (براہین پنجم)

۱۱۔ وہ ایمان جو خدشات اور توہمات سے بھرا ہوا ہے۔ کوئی نیک نتیجہ پیدا کرنیوالا نہیں ہوگا۔ (الحکم صلہ)

۱۲۔ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں۔ اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے۔ تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کریگا۔ جو صدق و وفا میں ان سے بہتر ہوگی۔ (الحکم سنہ ۳)

۱۳۔ متکبر کبھی خدا کی پرستش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔ (سیرت کریمی)